تدوین حدیث

تدوین حدیث کا ماحول

از جناب مولنا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبہ
دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

تدوین حدیث کی خدمت جس ماحول میں انجام پائی ہے اس کی جن خصوصیتوں کا ذکر مقصود ہے ان میں پہلی خصوصیت وہی ہے جس کی عام تعبیر مسئلہ غلامی سے کی جاتی ہے[1]، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ غلامی کے مشہور بدنام مسئلہ کو بد اندیشوں کی برگندہ باد آنکھوں نے خواہ جس طرح دیکھا یا دکھایا ہو، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے حدود میں پہنچ کر غلامی کی قطعاً وہ حقیقت باقی نہیں رہتی جو اس سے پہلے سمجھی جاتی تھی۔ کسی قسم کی برائیاں ہوں، ان کے بلند سے بلند ترین زینوں تک پہونچنے سے غلاموں کو اسلام نے صرف یہی نہیں کہ روکا نہیں بلکہ جاننے والے جانتے ہیں کہ انسانیت کے اس مظلوم حصے کو پکڑ پکڑ کر ان بلند ترین زینوں تک اسلام نے خود پہنچایا ہے جن

---

[1] غلاموں کے متعلق اگر مفصل اور محققانہ معلومات درکار ہوں تو اخی العزیز مولانا سعید احمد اکبرآبادی۔ ایم۔ اے حیاہ اللہ بصحۃٍ وعافیۃٍ کی قابل قدر کتابیں "اسلام میں غلامی کی حقیقت" اور "غلامانِ اسلام" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

پر آزاد مسلمانوں کی رسائی بھی اپنے عہد اقبال و عروج میں آسان نہ تھی، مسلمانوں کی سیاسی و علمی تاریخ کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے میں ان ہی سے پوچھتا ہوں کہ مادی اور سیاسی راہوں میں بادشاہت و فرمانروائی تک اور علمی و دینی راہوں میں امامت و پیشوائی تک پہنچنے والے غلاموں کی اسلام میں کیا کوئی کمی ہے؟ اسی سے اندازہ کیجئے کہ مفتوح قوموں کے ساتھ جہاں اس قسم کے سلوک کی روایتیں بھی بنی آدم کی تاریخ میں ملتی ہیں کہ فاتح کی دینی اور مذہبی کتابوں کا کوئی فقرہ غریب مفتوح کے کان میں اتفاقاً اگر کہیں پہنچ جاتا تھا تو گرم گرم پگھلے ہوئے رانگ اور سیسے کو اس کے ناپاک کان میں اس لئے پلا دیا جاتا تھا تاکہ آئندہ پھر کسی چیز کے سننے کا موقعہ اپنی زندگی میں اس بدبخت کے لئے باقی نہ رہے۔ لیکن اسی کے مقابلہ میں ان ہی مفتوح اقوام کے ان افراد کو جو مسلمانوں کے گھر میں غلام بن کر داخل ہوتے تھے کون نہیں جانتا کہ ان کو قرآن پڑھنے اور پیغمبر کی حدیثوں کے سیکھنے کی اجازت ہی نہیں دی گئی تھی۔ بلکہ یہ واقعہ ہے کہ خود مسلمانوں کو قرآن پڑھانے والے قرا عموماً ان کے یہی غلام تھے اسی طرح رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حدیثوں کا بہت بڑا ذخیرہ مسلمانوں کے ان ہی غلاموں سے پڑھا اور سیکھا ہے۔

---

[1] شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط ج ۳۰ صفحہ ۲۶ میں مذہب حنفی کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ غیر مسلم قرآن پڑھنے اور سیکھنے کا مطالبہ اگر کریں تو ان کے مطالبہ کی تکمیل فرض ہے" ان کے الفاظ یہ ہیں لیفرض تعلیم الکافر اذا طلب اور مسئلہ کچھ قرآن ہی کے ساتھ مختص نہیں ہے ابن بطال کے حوالہ سے الکتانی نے نقل کیا ہے کہ غیر مسلم خواہ اسلامی قلمرو کا باشندہ ہو یا غیر اسلامی علاقہ کا ہو قرآن و حدیث و فقہ کی تعلیم کا فتویٰ ابو حنیفہ و امام شافعی سبھوں نے دیا ہے دیکھو الکتانی کی تراتیب ادار یہ ج ۲ صفحہ ۲۹۳ ۔

بہر حال اسی عام طریقہ کار کی وجہ سے یعنی قرآن و حدیث اور سارے دینی
م کے سیکھنے اور سکھانے پڑھنے اور پڑھانے کی ابتدا ہی سے اسلام موالی اور غلاموں
متعلق حوصلہ افزائیوں سے کام لے رہا تھا، جس کا نتیجہ تھا کہ جیسے اپنے بچوں کو صحابہ
ن پڑھاتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنھوں نے جو کچھ پایا تھا اس کو سکھاتے
ے، بجنسہٖ اسی طرح ان ہی بچوں کے ساتھ وہ اپنے غلاموں کو بھی قرآن پڑھایا کرتے تھے
ر حدیثیں بھی سکھاتے تھے۔

بالآخر موالی کا یہ طبقہ قرآن و حدیث کی تعلیم کی طرف چل پڑا مسلمانوں میں جو فاتح
ے، یعنی عرب کچھ تو سیاسی الجھنوں میں ان کی عمومیت مبتلا رہی، جو فاتح ہونے کا قدرتی
تھا، ماسوا اس کے ہر ایک کے ساتھ علاوہ سیاسی رگڑوں جھگڑوں کے خاندانی
ے قضیے بھی لپٹے ہوئے تھے بخلاف موالی کے کہ قید ہو کر وہ آتے تھے اس لیے نہ اُن
ساتھ یہ خاندانی قضیے تھے اور نہ سیاسی مشغلوں میں بھی اُلجھنے کا موقعہ خصوصاً اسلام
ابتدائی صدیوں میں ان کو عموماً ملا، اسی لئے دیکھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے ان ہی غلاموں
وں ہی کہ آزاد ہونے کا موقعہ ملتا تھا، اور جیسا کہ معلوم ہے اسلامی قوانین ہی ایسے تھے
ثرت آزادی کے یہ مواقع پیش ہی آتے رہتے تھے تو سب یہی کرتے تھے یہ تو نہیں کہا
کتا لیکن تعلقات سے فرصت اور آزادی کو محسوس کرکے ان آزاد شدہ غلاموں کے
ے بڑے طبقہ کو ہم ان علوم و فنون کی تحصیل میں مشغول پاتے ہیں۔ جن میں ان کے اس دین
ں ترقیاں مضمر تھیں جیسے اپنے فاتحوں کی ملکوتی صحبتوں میں وہ عموماً قبول کر لیتے تھے اور
دی سربلندیوں کی راہیں بھی دین کا یہی علم ان پر مسلسل کھولتا چلا جاتا تھا تابعین یعنی
ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں سے معلومات حاصل کرنے والوں میں مشہور شامی

امام مکحول جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سندھ[1] سے وطنی تعلق رکھتے تھے سنہ ۱۱۲ھ میں وفات ہوئی جلالت قدر کا ان کا اسی سے اندازہ کیجیے کہ زہری جب اپنے زمانہ کے اہل علم کا تذکرہ کرتے تو کہتے کہ حقیقی عالم اس زمانہ میں تین ہی ہیں، اور تین میں مکحول کا بھی نام لیا کرتے تھے بہر حال یہی مکحول اپنی تعلیمی روداد بیان کرتے ہوئے شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ

عُتِقْتُ بمصر فلم ادع بها علماً الا حويته فيما ارى ثم اتيت العراق ثم المدينة فلم ادع بهما علماً الا حويت عليه فيما ارى ثم اتيت الشام فغربلتها ص ۱۰۲ ج ۱ تذكرة الحفاظ

میں مصر میں آزاد کیا گیا آزاد ہونے کے بعد میں نے یہ کیا کہ مصر میں جو علم کا ذخیرہ تھا جہاں تک میرا خیال ہے اس پر حاوی ہو گیا (یعنی علماء سے اس کو سیکھ لیا) پھر میں عراق پہنچا، عراق کے بعد مدینہ آیا، ان دونوں شہروں میں بھی جو علم پھیلا ہوا تھا، اس کو جہاں تک سمجھتا ہوں میں نے سمیٹ لیا پھر شام آیا اور اس کو تو میں نے چھلنی میں چھان لیا۔

شاید اختصاراً بعض مقامات کا ذکر اس بیان میں انھوں نے ترک کر دیا ہے کیونکہ ان ہی کے بعض شاگردوں نے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں یعنی

طفت الارض فی طلب العلم

روئے زمین کا پھیرا میں نے طلب علم میں لگایا ہے یعنی اسلامی ممالک کے سارے علاقوں کا دورہ میں نے علم کی تلاش میں

---

[1] الذہبی وغیرہ نے لکھا ہے کہ سندھی ہونے کی وجہ سے آخر عمر تک وہ ق کا تلفظ کاف کرتے رہے جس سے معلوم ہوا کہ پنجاب کے باشندوں کی زبان پر اب بھی قاف کاف کی شکل جو اختیار کر لیتی ہے یہ کوئی نئی بات نہیں دیکھو تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۱ ج ۱

کچھ بھی ہو آپ دیکھ رہے ہیں کہ آزاد ہونے کے ساتھ ہی طلب علم میں مشغول ہو جاتے کا جو دعویٰ مسلمانوں کے غلاموں کے متعلق میں نے کیا تھا، اس کی یہ کتنی واضح اور کھلی شہادت ہے۔

اور صرف یہی نہیں ان ہی موالی میں بعضوں کے حالات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حصول آزادی سے پہلے ہی وہ طلبِ علم میں مشغول ہو جاتے تھے۔

رُفیعؒ بن مہران جو ابو العالیہ الریاحی کے نام سے مشہور ہیں سنہ ۹۰ھ میں وفات ہوئی جلیل القدر تابعیوں میں ان کا شمار ہے اپنا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

کنت مملوکا اخدم اھلی فتعلمت القرآن ظاھراً والکتابۃ العربیۃ ص ۸۲ ج ۷ ابن سعد	میں غلام تھا اور اپنے مالک کی خدمت کیا کرتا تھا (اُسی زمانہ میں) میں نے، قرآن زبانی یاد کر لیا، اور عربی خط سیکھ لیا۔

ان ہی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علمی مذاق میں وہ تنہا نہیں تھے بلکہ غلاموں کا ایک طبقہ تھا، جو آزاد ہونے سے پہلے حفظِ قرآن میں ان کے ساتھ شریک تھا۔ قرآن کے پڑھنے میں غلاموں کا یہ گروہ کتنی محنت برداشت کیا کرتا تھا، یہی کہتے تھے کہ

کُنّا عبیداً مملوکین منا من یؤدی الضریبۃ ومنا من یخدم اھلہٗ فکنا نختم کل لیلۃ مرۃ ملہ	ہم لوگ غلام تھے، بعض تو ہم میں مقررہ لگان[1] جو مالکوں کی طرف سے مقرر کر دیا جاتا تھا) وہ ادا کرتے تھے، اور ہم میں بعض اپنے اپنے مالکوں کی خدمت

---

[1] لگان ضریبہ کا ترجمہ کیا گیا ہے جیسے زمین کے مالک کاشتکاروں پر لگان لگا دیتے ہیں یہی طرزِ عمل غلاموں کے ساتھ بھی کیا جاتا تھا یعنی مہینہ یا ہفتہ یا روزانہ اتنی رقم اپنے آقا کو کما کر ادا کر دیا کریں۔ اس کے بعد جو جی میں آئے کریں عرب اور دوسرے ممالک میں اس کا عام رواج اسلام سے پہلے بھی تھا۔

کہا کرتے تھے لیکن بایں ہمہ ہم لوگ ہر
شب میں قرآن ایک دفعہ ختم کرلیا کرتے تھے

کہا کرتے تھے کہ خوش قسمتی سے ان کو آخر میں ایک عربی خاتون نے خرید لیا اور ہاتھ پکڑ کر جامع مسجد لے گئی جمعہ کی نماز کے لئے خطیب منبر پر جاچکا تھا، اس خاتون نے امام اور نمازیوں کو خطاب کرکے کہا کہ

"لوگو! گواہ رہو، میں نے اس کو اللہ کے نام پر چھوڑ دیا، اب اس کا جو جی چاہے کرے"

پھر کیا تھا علم کا جو شوق اندر دبا تھا دل کھول کر اس کے پورا کرنے کا موقع ان کو مل گیا کہتے تھے کہ

"میرا حال یہ تھا کہ بصرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنتا اور معلوم ہوتا کہ فلاں صحابی جو مدینہ میں ابھی زندہ ہیں وہ اس کے راوی ہیں تو اس وقت تک چین نہ لیتا جب تک کہ مدینہ پہنچ کر خود ان صحابی سے اس روایت کو نہ سنتا ص۸۱ ج ۷ ابن سعد" ہر چیز سے الگ ہوکر آزادی کے ساتھ تحصیل علم کا وسیع میدان ان کے سامنے آگیا تھا اور جو بلندیاں دین ودنیا کی اس کی بدولت ان کو میسر آئی تھیں اس کو بیان کرتے ہوئے ہی ابو العالیہ کہا کرتے کہ

"خداوند تعالیٰ کی دو نعمتوں میں سے فیصلہ نہیں کرسکتا کہ کس نعمت کا شکر زیادہ ادا کروں یعنی ایک نعمت تو یہ ہے کہ خدا نے مجھے مسلمان ہونے کی توفیق عطا فرمائی، اور اسی کے ساتھ دوسرا انعام خدا کا میرے ساتھ یہ ہوا کہ حروریہ کی جماعت سے اس نے مجھے نجات دی ص۸۲"

میں نے جو یہ لکھا تھا کہ خاندانی تعلقوں، قضیوں کے سوا سیاسی بکھیڑوں میں الجھنے کے مواقع موالی کے لئے قدرتاً کم تھے، میرا تو خیال ہے کہ ابو العالیہ کے بیان کے آخری فقرے میں شاید اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حروریہ یعنی خارجیوں کی جماعت جیسا کہ معلوم ہے اسلامی حکومت

میں یہ پہلی انارکسٹ جماعت تھی حکومتِ قائمہ کے خلاف شورش و فساد یہی ان کا مشغلہ تھا، ان ہی کا دوسرا نام خوارج بھی تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابو العالیہ کو ان ہی انارکسٹوں نے شروع میں اپنا ہمنوا بنا لیا تھا، لیکن اس قسم کے سیاسی گھن چکروں کی بے حاصلی بہت جلد ان پر واضح ہوگئی، مسلمان ہو جانے کی وجہ سے دینی علوم کی وقعت و عظمت ان کے قلب میں قائم ہوئی اور سیاست کے ان ناپاک گورکھ دھندوں سے نکل جانے کی وجہ سے ان علوم کی تحصیل کا کھلا ہوا میدان ان کو مل گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک غریب عربی خاتون کے غلام کو دیکھا گیا کہ صرف صحابی ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی عم زاد بھائی خیر الامت ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی غلام کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں جیسا الذہبی نے خود ابو العالیہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ

کان ابن عباس یرفعنی علی سریرہ وقریش اسفل منہ ویقول ھکذا العلم یزید الشریف شرفا ویجلس کالملوک علی الاسرۃ ص۵ ج ۱

ابن عباس مجھے اپنے ساتھ اس تخت پر بٹھا لیا کرتے تھے (جس پر وہ خود بیٹھے ہوتے) اور قریش تخت کے نیچے فرش پر بیٹھے ہوتے ابن عباس تخت پر مجھے بٹھانے کے بعد قریش کے ان لوگوں کی طرف خطاب کرکے کہتے کہ علم یوں ہی آدمی کی عزت کو بڑھا دیتا ہے وہ بیٹھتا ہے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جس علم نے ان کو اتنی بلندی عطا کی تھی اس کے حصول میں ان ہی دو نعمتوں یعنی اسلام اور فتنہ انگیز سیاست سے نجات، چوں کہ ان ہی دونوں کو دخل تھا اس لئے خدا کی تمام نعمتوں

میں سب سے زیادہ ان کی نگاہ میں ان ہی دونوں نعمتوں کو بہت زیادہ اہمیت تھی حالانکہ ملوکِ بنی اُمیہ جنھوں نے اسلام کے نظریۂ خلافت کو مسترد کرکے اپنی ساری سیاسی بازی گریوں کا محور اس نصب العین کو بنا لیا تھا کہ بخت و اتفاق سے جو حکومت ان کے ہاتھ لگ گئی ہے اس کا تسلسل ان ہی کے خاندان میں باقی رہے پھر اس نصب العین کے تحت جن ناکردنیوں کے ارتکاب پر وہ آمادہ ہوئے ان سے کون ناواقف ہے، ایک طرف ان کا یہ حال تھا کہ عربی ہی نہیں قریشی، بلکہ قریشیوں میں بھی بنی ہاشم جن سے قریب ترین رشتہ دار عربی قبائل میں ان کا کوئی نہ تھا، ان کے درپئے آزار تھے، بنی ہاشم کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جو تعلق تھا، اس راہ میں اس کا خیال بھی ان کے سامنے کبھی نہیں آیا لیکن دوسری طرف جیساکہ سیاست کا عام قاعدہ ہے سادہ لوح عوام کی آنکھوں میں خاک جھونک کر کام نکالنے والے کام نکالتے ہیں دیکھا جاتا تھا کہ بنی اُمیہ کے یہی حکمران عربوں کی قدیم جاہلی حمیت جس کا اسلام خاتمہ کرچکا تھا اسی میں نئی روح پھونک رہے ہیں اسی کا نتیجہ تھا کہ موالی جن کا عموماً عربوں سے نسلی تعلق نہ تھا، باوجود مسلمان ہونے کے عموماً ان حقوق سے بنی اُمیہ کے عہد میں محروم کردئے گئے تھے جو اسلام ان کو عطا کرچکا تھا، کسی اور سے نہیں امام الائمہ امام ابو حنیفہ سے ان کے مشہور شاگرد حسن بن زیاد القاضی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ امام صاحب فرماتے تھے۔

کانت ولاۃ بنی امیۃ لا یدعون بالموالی من الفقہاء للفتیا۔ مناقب للرازی ص۱۰ ج۱	بنی امیہ کے حکام اور افسروں کا قاعدہ تھا کہ فتویٰ دریافت کرنے کے لئے الموالی کے فقہار کو نہیں بلایا کرتے تھے۔

اور یہ تو خیر معمولی بات تھی، خیال تو کیجئے بصرہ کے مشہور امام عبداللہ بن عون جن کا تذکرہ کرتے ہوئے ذہبی نے لکھا ہے کہ

علم میں وہ اپنے وقت کے امام تھے خدا پرستی ریاضت و عبادت میں ان کا شمار چوٹی کے بزرگوں میں تھا، اپنی ایک ایک سانس کی نگرانی کرتے تھے کہ بیکار ضائع نہ ہو، الغرض ان کی شان بہت بڑی تھی ص۱۴۵ ج ۱ تذکرۃ الحفاظ

لیکن جانتے ہیں کہ اسی کبیر الشان راسانی العلم والثالہ حافظ حدیث فقیہ جلیل کو محض اس لئے کہ چونکہ نسلاً عرب نہیں بلکہ موالی میں سے تھے بصرہ کے گورنر بلال بن ابی بردہ نے باندھ کر کوڑے سے پٹوایا اور کس جرم میں پٹوایا ابن سعد نے لکھا ہے۔

لانہ تزوج امراۃ عربیۃ ص۲۶ ج ۷ قسم ۲ اس لیے پٹوایا کہ ایک عربی نژاد خاتون سے انھوں نے نکاح کیا تھا۔

اسلام نے تو زنا کی سزا تازیانہ مقرر کی ہے، لیکن ایک مسلمان نے ایک مسلمان عورت سے باوجودیکہ نکاح کیا تھا، مگر چونکہ نکاح کرنے والا نسلاً عربی نہیں تھا اس لیے عربی خاتون سے اس کے نکاح کو بھی العیاذ باللہ اس جاہلی حکومت نے گویا سفاح ہی قرار دے رکھا تھا اور جب ابن عون جیسے آدمی کے ساتھ حکومت کا یہ برتاؤ تھا تو عام موالی کا جو حال ہو گا ظاہر ہے مگر اسی کے ساتھ

لہ الذہبی کے حوالہ سے جیسا کہ میں نے نقل کیا ہے درحقیقت اپنے وقت کے ابن عون بہت بڑے آدمی تھے رجال و سیر کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ ان کے حالات لکھے گئے ہیں علم و فضل زہد و عبادت کے سوا اخلاقی معیار بھی غیر معمولی طور پر بلند تھا، لکھا ہے کہ ان کی ایک بڑی قیمتی اونٹنی تھی جسے اس کی خوبیوں کی وجہ سے ابن عون بہت چاہتے تھے اسی پر حج بھی کرتے تھے اور جہادی مہموں میں بھی اسی پہ سوار ہو کر تشریف لے جاتے ان کا غلام جو اس اونٹنی کی خدمت کرتا تھا ایک دن ایسا کوڑا اس بیچاری کو رسید کیا کہ اس کی ایک آنکھ پھوٹ کر بہ گئی، غلام کے ہوش بھی جاتے رہے اور دیکھنے والوں نے بھی دل میں کہا کہ آج ابن عون کا دن دیکھنے کا دن ہو گا یعنی آج بھی غصہ ان کو نہ آئے مشکل ہے بہر حال غلام اونٹنی کے ساتھ سامنے آیا۔ دیکھا دیکھ کر بولے تو صرف اتنا بولے کہ بندہ خدا چہرہ کے سوا

(بقیہ ص ۱۴۸ پر)

اس واقعہ کو بھی نہ بھولنا چاہیے کہ یہ سارا قصہ جو کچھ بھی تھا، وقت کے حکمرانوں تک محدود تھا ان کو نہ تو عرب سے فی الحقیقت بحث تھی اور نہ غیر عرب سے سروکار تھا ان کے سامنے اپنی خاندانی جتھہ بندی خود غرضی کے سوا کوئی بلند نصب العین نہ تھا۔ بنی امیہ نے اپنے زمانہ میں عربوں کو ابھار کر کام نکالنا چاہا ان کے بعد جب عباسی آئے تو اپنے مقاصد کے لحاظ سے عربوں کے دبانے میں ان کو کامیابی نظر آئی، پھر کون نہیں جانتا کہ ان ہی عباسیوں نے اور جو کچھ کیا اس

(بسلسلہ صفحہ گذشتہ) مارنے کے لئے اور کوئی جگہ نہ تھی، پھر غلام کی طرف خطاب کر کے فرمایا جا! میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ یہ تھا سارا غصہ جس کا ظہور اس شکل میں ہوا۔ وہی بلال بن ابی بردہ جس نے کوڑے سے ان کو پٹوایا تھا لکھا ہے کہ کسی دن ابن عون سے نہیں سنا گیا کہ بلال کے مظالم کا کسی سے عمر بھر انھوں نے کبھی ذکر کیا ہو۔ ایک دن ان کی مجلس میں کسی صاحب نے بلال کا نام لے کر کچھ کہنا چاہا روک کر بولے سنو! لوگ ظالم کے ظلم کا چرچا کچھ اس بری طرح شروع کر دیتے ہیں اور اتنی کثرت کے ساتھ اس کو برا بھلا کہنے لگتے ہیں کہ آخر میں ظالم ہی مظلوم بن جاتا ہے یہ بلال بن ابی بردہ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں بصرہ کے والی (گورنر) تھے۔ ایک دلچسپ لطیفہ ابن عون کے متعلق مورخین نے یہ نقل کیا ہے کہ بصرہ میں چند مکانات ابن عون کے تھے جو کرایہ پر چلتے تھے۔ لوگوں نے محسوس کیا کہ عموماً مسلمانوں کو کرایہ پر مکان دینے سے کچھ گریز کرتے ہیں۔ وجہ پوچھی گئی بولے کرایہ داروں کا قاعدہ ہے کہ ختم ماہ پر کرایہ کی فکر ان کی جان کھانے لگتی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنی طرف سے کسی مسلمان کے قلب میں دہشت اور خوف ڈالوں۔ خود اپنے دو منزلہ مکان کی بالائی منزل پر رہتے تھے اور نچلی منزل عیسائیوں کو کرایہ پر دے رکھی تھی کہتے تھے کہ بجائے مسلمانوں کے نصرانیوں کو اپنے نیچے رکھنا زیادہ بہتر خیال کرتا ہوں۔ وفات بھی ان کی عجیب طرح سے ہوئی جمال جہاں آرائے رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی دید کی تمنا رکھتے تھے آخر ایک دفعہ خواب میں یہ دولت بیدار میسر آئی۔ آنکھ جس وقت کھلی تو مسرت سے سرور سے اتنے بے خود تھے کہ اوپر سے نیچے اترتے ہوئے قدم کو سنبھال نہ سکے جھک کر گر پڑے۔ سخت چوٹ آئی لوگوں نے لاکھ اصرار کیا کہ علاج کرائیے لیکن راضی نہ ہوئے۔ غالباً جینے کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو چکا تھا۔ اسی میں وفات ہوئی ہے سہ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

ابن سعد ج ۷ قسم دوم ص ۲۹

کی داستان تو طویل اور کافی دردناک ہے۔ لیکن عباسیوں کی حکومت کے بانی ابراہیم الامام نے ابو مسلم خراسانی کے نام یہ فرمان جو لکھا تھا تاریخوں میں اب تک وہ محفوظ ہے یعنی

لا یدع بخراسان من یتکلم بالعربیۃ	ہر وہ شخص جو عربی بولتا ہو اس کو خراسان میں زندہ نہ چھوڑا جائے
کامل ابن اثیر ص۱۳۷ ج ۵	

لیکن ان حکمرانوں کے حالات کو عام اُمتِ مسلمہ کی طرف منسوب کر دینا نہ صرف غلطی بلکہ میرے نزدیک بدترین علمی خیانت ہے یہ سچ ہے کہ ملوکِ بنی اُمیہ موالی کو حقارت کی نظروں سے دیکھتے تھے لیکن خود مسلمانوں کا حال کیا تھا۔ اور تو اور خانوادۂ نبوت کے گوہر شب چراغ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ابن سعد ہی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت والا نے اپنے غلام کو آزاد کیا اور آزاد کرنے کے بعد اپنی صاحبزادی صاحبہ کا اسی مولیٰ سے نکاح کرا دیا اسی کے ساتھ اپنی ایک شرعی لونڈی کو بھی آزاد کر کے خود اپنا نکاح اس سے کیا۔ یہ خبر دارالحکومت دمشق پہنچی اور عبدالملک حکمران وقت کو حضرت کے اس فعل کی جب خبر ہوئی تو آگ بگولا ہو گیا لیکن کیا کر سکتا تھا، صرف ایک خط حضرت کے نام لکھا جس میں آپ کی خاندانی شرافت و نجابت کا ذکر کر کے سخت ملامت کی، حضرت والا کو عبدالملک کا جب یہ خط ملا تو جواب میں ارقام فرمایا گیا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ قد اعتق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفیۃ بنت حیی وتزوجھا واعتق زید بن حارثۃ وزوجہ ابنۃ عمتہ زینب بنت جحش ص۱۵۶ ج ۵ ابن سعد	یقیناً تم لوگوں کے لئے بہترین نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہودیہ خاتون) صفیہ بنت حیی کو آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کیا۔ اسی طرح زید بن حارثہ (اپنے غلام)

کو آزاد کیا اور اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت
حجش سے اسی آزاد شدہ غلام زید کا عقد
کر دیا تھا۔

حضرت امام زین العابدین کے حالات میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے مولیٰ زید بن اسلم جن کا مسجد نبوی میں تعلیمی حلقہ تھا عموماً استفادے کے لئے اسی حلقہ میں جاکر شریک ہوتے، بعض جاہلی حمیت والوں نے پوچھا بھی کہ قریش کی مجلس کو چھوڑ کر ایک مولیٰ کے حلقہ میں جاکر آپ بیٹھتے ہیں اس وقت بھی ارشاد ہوا کہ

جس سے نفع پہنچے، آدمی کو وہیں بیٹھنا چاہئے۔ صنہ ۱۶ ج ۵ ابن سعد

ابھی آپ مجھ ہی سے ابو العالیہ کا وہ قصہ سن چکے صناد ید قریش نیچے بیٹھے رہے، اور ابن عباسؓ نے ابو العالیہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ تخت پر بٹھا لیا۔ ابن سعد میں اسی روایت کا جن الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بصرہ ہی کا یہ واقعہ ہے جہاں کی جامع مسجد میں لاکر ابو العالیہ کو ان کی مالکہ نے خدا کے نام آزاد کیا تھا، بلکہ اسی میں یہ بھی ہے کہ ابو العالیہ اس قصے کو بیان کرتے ہوئے کہتے تھے کہ

دخلت علی ابن عباس و هو امیر البصرة فناولنی یده حتی استویت معه علی السریر ص ۸۲ ج ۷ ابن سعد	میں ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا اس زمانہ میں وہ بصرہ کے امیر (گورنر) تھے مجھے دیکھ کر ابن عباسؓ نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا (اور پکڑ کر) مجھے اپنے ساتھ بٹھایا حتیٰ کہ اس تخت پر بالکل ان کے برابر بیٹھ گیا۔

اسی میں یہ بھی ہے کہ اس وقت ابوالعالیہ معمولی گھٹیا درجہ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے[1] اور ایک یہی کیا، فاروق اعظمؓ کے صاحبزادے ان ہی دنوں میں جب بنی اُمیہ موالی کے ساتھ وہ سلوک کر رہے تھے جس کی طرف اشارہ کیا گیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا گیا تھا کہ بنی مخزوم کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) مجاہد بن جبر گھوڑے پر سوار ہیں، اور ابن عمرؓ ان کی رکاب تھامے ہوئے ہیں خود مجاہد بیان کرتے ہیں کہ

ربما اخذ لی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما بالرکاب۔ ص۸۶ تذکرہ ج ۱	بسا اوقات ابن عمرؓ میرے گھوڑے کی رکاب تھام لیتے،

اور یہ اسی علم کا نتیجہ تھا جسے صحابہ کی صحبتوں میں مجاہد نے حاصل کیا تھا، آج بھی ان کا شمار ائمہ مفسرین میں ہے[2]۔

ظاہر ہے کہ امام زین العابدینؒ، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے اکابر کے مقابلہ میں مسلمانوں کی عام جماعت حکومت کی کیا پرواہ کر سکتی تھی غلام طبقہ کے علماء کی عظمت و احترام کا عام مسلمانوں میں یہ حال تھا کہ اور تو اور پیغمبرؐ کے شہر مدینہ میں کوفہ کے مولیٰ عالم حکم بن عتیبہؒ جب کبھی تشریف لاتے تو لکھا ہے کہ

اخلوا له سارية النبی صلی اللہ علیہ	یعنی حکم کے خیال سے تاکہ ان کو نماز پڑھنے

---

[1] ابوالعالیہ کا بیان ہے کہ کل پندرہ درہم دام ان سارے کپڑوں کا تھا جو میرے جسم پر تھے، پھر پوچھنے پر تفصیل بھی بتائی کہ لنگی ۴ درہم میں اس وقت مل جاتی تھی۔ اور رازی کپڑے کا تھان بارہ درہم میں خرید کیا کرتا تھا جس سے میری چادر اور عمامہ دونوں بن جاتے تھے ان کے اس بیان سے اس زمانہ میں کپڑوں کی ارزانی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ دیکھو ص۸۴ ج ۷ قسم دوم

[2] یہ وہی مجاہد بن جبر ہیں جنہوں نے بحیرۂ روم کے مشہور جزیرہ رودس میں قیام اختیار کر لیا تھا اور وہاں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ البلاذری ص۲۴۴

وسلم — صلا تذکرہ ج ۱ — کا موقعہ ملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستون کو (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے نماز پڑھنے کی جگہ ان کے لیے مدینہ والے خالی چھوڑ دیتے تھے۔

ان ہی موالی علماء میں کوفہ ہی کے ایک مشہور عالم حبیب بن ثابت تابعی ہیں، ابو یحییٰ القتات کے حوالہ سے ذہبی ہی نے نقل کیا ہے کہ طائف کے سفر میں میں ان کے ساتھ تھا، ابو یحییٰ کا بیان ہے کہ جس وقت طائف میں ہمارا داخلہ ہوا تو حبیب کے احترام میں وہاں کی خلقت کچھ اس طرح ٹوٹی پڑتی تھی کہ

کانما قدم علیہم نبی — صلا ج تذکرہ — ایسا معلوم ہوتا تھا کوفہ والوں کے پاس کوئی پیغمبر آگیا ہے۔

موالی کے اس طبقہ کے ساتھ عام مسلمانوں کی اسی احترامی گرویدگی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان تو مسلمان حد یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اس زمانے کے یہود و نصاریٰ کا بھی حال یہ ہو گیا تھا کہ منصور بن زاذان جو اسی موالی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے، واسط میں قیام تھا جب ان کی وفات ہوئی تو عباد بن العوام جو اس وقت کم سن تھے اور جنازے میں منصور کے شریک تھے بیان کرتے ہیں کہ

رأیت النصاری علی حدة والیہود علی حدة — میں نے منصور کے جنازے میں (مسلمانوں) کے سوا دیکھا کہ عیسائیوں کا ایک گروہ بھی الگ اس جنازے میں شریک ہے اور یہودیوں کا گروہ بھی الگ ہے۔

اتنا ہجوم تھا کہ عباد کہتے ہیں

قد اخذ خالی بیدی من کثرۃ الزحام — میرے ماموں نے میرا ہاتھ ہجوم کی کثرت

صہ۱۳۴ تذکرہ — کے خوف سے پکڑ لیا۔

"مسلمان اور موالی" کا یہ عنوان اتنا وسیع ہے کہ اس پر چاہنے والے چاہیں تو اچھی خاصی کتاب لکھ سکتے ہیں میں نے چند جستہ جستہ مثالیں جو رجال کی عام کتابوں میں درج ہیں ان کا ذکر کر دیا ہے۔ سچ پوچھئے تو ان بے اعتنائیوں کے باوجود جو حکومت ان موالی کے ساتھ اختیار کیے ہوئے تھی لیکن پھر بھی بسا اوقات اسی حکومت کو رائے عامہ کے سامنے جھکنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا۔

مصر کے مولیٰ عالم و فقیہ یزید بن حبیب کے حالات میں لکھا ہے کہ بیچارے حالانکہ حبشی خاندان کے آدمی تھے، کہ ابن لہیعہ یہ کہنے کے بعد کہ کان اسود نوبیا (یزید سیاہ حبشی تھے) کہتے کہ کانہ فحمۃ (گویا یزید کوئلہ تھے) مگر علم و فضل و دیانت و تقویٰ کا جو نور ان سے پھوٹ کر سارے مصر کو منور کیے ہوئے تھا اس نے مصر میں یہ حالت پیدا کر دی تھی کہ حکومت کی گدی پر نیا حکمراں جب بیٹھتا، اور بیعت لینے والے مصر کے باشندوں سے بیعت لینے کے لیے جب آتے تو ہر ایک کا جواب یہی ہوتا کہ یزید بن حبیب، اور ان ہی کے ہم عصر ایک دوسرے مولیٰ عالم عبید اللہ بن ابی جعفر جو کچھ کریں گے وہی ہم بھی کریں گے الذہبی نے لیث بن سعد کے حوالہ سے ان کا یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ

ھما جوھرتا البلاد کانت البیعۃ اذا — یہی دونوں (یعنی یزید اور عبید اللہ) ملک

جاءت للخلیفۃ ھما اول من یبایع ثم — کے تابناک جواہر تھے جب خلیفہ کی طرف

صہ۱۲۲ ج ا تذکرہ — سے بیعت لینے کے لیے لوگ آتے تو یہی

دونوں پہلے بیعت کرتے تھے۔

یہی لیث بن سعد جن کا ذکر پہلے بھی کہیں گزر چکا کہ مصر کے امراء میں تھے لیکن جب یزید کا ذکر کرتے تو کہتے کہ

یزید [illegible] سیدنا [illegible] — یزید ہمارے ملک کے حاکم ہیں، یزید ہمارے سردار اور پیشوا ہیں،

مصر میں لیث بن سعد کا جو مقام تھا اس سے آگاہ ہونے کے بعد اس "سیدنا" کے لفظ کا صحیح وزن آدمی محسوس کر سکتا ہے یا بصرہ کے مشہور محدث ایوب السختیانی جو موالی ہی میں سے تھے خواجہ حسن بصری ان کا تذکرہ کرتے ہوئے بصری مجلسوں میں کہتے

[illegible] — بصرہ کے نوجوانوں کے سردار وہی ہیں

اسی طرح سوار بن عبد اللہ کے حوالے سے ابن سعد نے نقل کیا ہے کہا کرتے تھے کہ

[illegible] — محمد بن سیرین اور خواجہ حسن بصری یہ دونوں خاندان موالی سے تعلق رکھتے تھے اس شہر کے سردار ہیں عربوں کے بھی اور غیر عربوں کے بھی۔

اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بصرہ کے باشندوں پر ان قوال کا کیا اثر پڑتا ہوگا۔ جاتم بحکومت لاکھی کی رو سے لوگوں کو اپنے سامنے جھکائے تھی لیکن سچ کہا ہارون کی ملکہ زبیدہ نے جب ہارون کے ساتھ سفر میں تھی اور شہر رقہ میں قیام تھا، اسی عرصے میں عبد اللہ بن المبارک جو علماء موالی ہی میں تھے، خبر مشہور ہوئی کہ آج شہر میں آنے والے ہیں، لکھا ہے کہ زبیدہ ایک بوجی قصر کے جھروکے کے اوپر سے شہر کے بیرونی سواد کا نظارہ کر رہی تھی کہ اچانک غل شور ہنگامہ کی آواز بلند

ہوئی بقول خطیب انقطعت الفروة وتقطعت النعال (گرد اڑی جوتیاں لوگوں کی ٹوٹ رہی تھیں) زبیدہ نے پوچھا کہ قصہ کیا ہے۔ جس وقت یہ جواب دیا گیا کہ ابن المبارک آج رقہ آرہے ہیں شہر والے ان کے استقبال کو نکلے ہیں، تو کہنے لگی۔

هذا واللہ الملك لا ملك هارون	یہ ہے خدا کی قسم حکومت نہ کہ ہارون کی
الذی لا یجمع الناس الا بشرط	حکومت جس کے لئے لوگ پولیس اور
واعوان [illegible] ج ۱۰ تاریخ بغداد	پولیس کے ملازمین کے ذریعہ جمع ہوتے ہیں

آخر خود سوچیے یہ روایت حضرت ابن عباس رض کے مولیٰ عکرمہ کے متعلق ابن سعد نے ایوب السختیانی کے حوالے سے نقل کی ہے اگر صحیح ہے کہ عکرمہ جب بصرہ پہنچے تو

لا یجتمع الناس علیہ حتی اصعد الی فوق	لوگ عکرمہ کو دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑے
ظاہر [illegible]	حتی کہ گھروں کی چھتوں پر بھی چڑھ گئے

[illegible] علماء [illegible] اور [illegible] کیوں تعجب کیا جائے۔

[illegible] کہاں تک [illegible] اسلامی تاریخ کے اوراق ان کے ذکر سے معمور ہیں [illegible] واقعات کے ذکر سے [illegible] یہ ہے کہ موالی کا جو طبقہ مسلمانوں میں تھا ان کے مذکورہ بالا خصوصیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوچنا چاہئے۔ نہ صرف دین بلکہ دنیا میں جس علم کی بدولت حکومت کے عملی الرغم رفعت و اقتدار کی راہیں ان پر کھل رہی تھیں اس علم کے ساتھ ان کے انہماک و استغراق کی جو کیفیت ہو سکتی ہے کیا کوئی اس کی حد مقرر کر سکتا ہے اس سلسلے میں جو کارنامے بھی ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، کیا کسی وجہ سے ان میں شک کرنے کی گنجائش پیدا ہو سکتی ہے میں تو کہتا ہوں کہ عبدالملک بن مروان مروانی حکمران اور زہری کے جس مکالمہ کا کتابوں میں تذکرہ کیا گیا ہے یعنی کہتے ہیں کہ ابن شہاب زہری

عبدالملک کے دربار میں ایک دفعہ پہنچے تو اس نے پوچھا کہ زہری کیا بتا سکتے ہو کہ مسلمانوں کے مختلف امصار اور شہروں میں آج کل سب سے بڑے عالم جو مرجع انام ہوں کون کون لوگ ہیں، زہری نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایئے کس کس شہر کے ائمہ کو بتاؤں عبدالملک نے حسب ذیل ترتیب سے پوچھنا شروع کیا۔

عبدالملک ۔ تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو۔

زہری ۔ مکہ معظمہ سے ۔

عبدالملک ۔ مکہ میں کس شخص کو چھوڑ کر آئے جو اس وقت مکہ والوں کی پیشوائی کر رہا ہے

زہری ۔ عطاء ابن ابی رباح ۔

عبدالملک ۔ عرب خاندان کے آدمی ہیں یا موالی سے ان کا تعلق ہے ۔

زہری ۔ موالی سے ۔

عبدالملک ۔ کس چیز نے عطا کو یہ مقام عطا کیا ۔

زہری ۔ دین اور حدیثوں کی روایت نے ۔

عبدالملک ۔ ٹھیک ہے یہ دونوں چیزیں ہیں ہی ایسی کہ آدمی کو پیشوائی عطا کریں ۔ خیر بتاؤ کہ یمن کا امام اور پیشوا مسلمانوں کا آج کل کون ہے ۔

زہری ۔ طاؤس بن کیسان ۔

عبدالملک ۔ کیا عرب سے نسلی تعلق رکھتے ہیں، یا موالی سے ہیں ۔

زہری ۔ موالی سے ۔

عبدالملک ۔ اس شخص کو کس چیز نے یہ بڑائی عطا کی ۔

زہری ۔ ان ہی باتوں نے جس نے عطا کو بڑھنے کا موقعہ دیا ۔

عبدالملک ۔ اچھا مصر کا امام ان دنوں کون ہے ۔

زہری ۔ یزید بن ابی حبیب ۔

عبدالملک ۔ عرب ہیں یا موالی میں سے یہ بھی ہیں ۔

زہری ۔ موالی ہی سے ان کا بھی تعلق ہے ۔

عبدالملک ۔ اور شام کا پیشوا آج کل کون ہے ۔

زہری ۔ مکحول ۔

عبدالملک ۔ عرب یا موالی ۔

زہری ۔ موالی سے ان کا بھی تعلق ہے ۔ غلام تھے ۔ قبیلۂ ہذیل کی ایک عورت نے ان کو آزاد کیا تھا ۔

عبدالملک ۔ جزیرہ (یعنی فرات و دجلہ کے درمیانی علاقوں) کا امام کون ہے

زہری ۔ میمون بن مہران ۔

عبدالملک ۔ مولیٰ ہیں یا عربی ۔

زہری ۔ مولیٰ ۔

عبدالملک ۔ خراسان کا سب سے بڑا آدمی آج کل کون ہے ۔

زہری ۔ ضحاک بن مزاحم ۔

عبدالملک ۔ مولیٰ یا عربی ۔

زہری ۔ مولیٰ ۔

عبدالملک ۔ بصرہ کا بتاؤ کہ امام کون ہے ۔

زہری ۔ حسن بن ابی الحسن (یعنی خواجہ حسن بصری)

عبدالملک ۔ مولیٰ ہیں یا عربی ۔

زہری ۔ مولیٰ ۔

عبدالملک ۔ ویلک (تجھ پر افسوس ہے) آخر کوفہ میں مسلمانوں کی دینی پیشوائی کی باگ کس کے ہاتھ میں ہے ۔

زہری ۔ ابراہیم النخعی ۔

عبدالملک ۔ کیا یہ بھی مولیٰ ہیں یا عربی النسل ؟

زہری ۔ جی ہاں ! یہ عربی النسل عالم ہیں ۔

عبدالملک ۔ اف ! زہری اب جاکر تم نے ایک بات سنائی جس سے غم کا دل میرے دل سے کچھ ہٹا بعض روایتوں میں ہے کہ عبدالملک نے کہا کہ یہ آخری جواب تم اگر نہ سناتے تو قریب تھا کہ میرا کلیجہ پھٹ جائے ۔

اس کے بعد عبدالملک اپنے درباریوں کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا ۔

قطعاً یہ موالی (غیر عربی مسلمان) عرب کے سردار اور پیشوا بن کر رہیں گے یہ ہو کر رہے گا کہ منبر پر ایک مولیٰ چڑھا ہوا خطبہ پڑھ رہا ہے اور اسی منبر کے نیچے عرب بیٹھے ہیں ۔

غیظ و غضب کے لہجہ میں عبدالملک یہ اور اسی قسم کی باتیں جوش میں کہہ رہا تھا ، زہری نے کہا کہ

"امیرالمومنین ! یہ اللہ کی بات ہے اور اس کا دین ہے جو بھی اس کا علم حاصل کرے گا اور اس کا عالم بنے گا ، وہی پیشوا بن جائے گا ، اور جو اس علم سے بے اعتنائی اختیار کریں گے ، وہ گریں گے ان کو گرنا پڑے گا[1] ۔

---

[1] اس مکالمہ کا تذکرہ حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث ص۱۹۸ میں بھی کیا ہے ۔ حاکم کے سوا ابن صلاح نے

(بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

بے چارے عبدالملک کے لئے موالی کا یہ حال سخت دماغی کوفت کی وجہ بنا ہوا تھا، اسلام نے ہر عربی و غیر عربی کو عام اجازت دے رکھی تھی بلکہ سب سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ قرآن پڑھیں، حدیثیں سیکھیں، فقیہ بنیں، اجتہاد کریں، اسی بنیاد پر لوگ سیکھ رہے تھے، سب کو سکھایا جا رہا تھا، پڑھایا جا رہا تھا، اور اپنے اپنے علم اور کمال کے مطابق مسلمانوں میں امتیازی مقامات کے مالک بنتے چلے جا رہے تھے۔ دلچسپ لطیفہ یہ ہے کہ خود عبدالملک کو ضرورت اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے معلم کی ہوئی۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ باوجود تلاش کے عبدالملک کی نظر میں جو آدمی جچا، اُن کا تعلق بھی موالی ہی کے طبقہ سے تھا، ان کا نام اسماعیل بن عبیداللہ بن ابی المہاجر تھا۔ بیچارہ کیا کرتا، مجبوراً ان ہی کو شہزادوں کا معلم مقرر کرنا پڑا۔ لکھا ہے کہ اس خدمت پر اسماعیل کو مقرر کرنے کے بعد عبدالملک نے کہا۔

عرب اور غیر عرب (یعنی عجمیوں) کے تعلقات کی جو نوعیت ہو گئی ہے، عجیب ہے مجھے تو اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ ان ایرانیوں ہی کو دیکھو، حکومت کی باگ صدہا سال ان کے ہاتھوں میں رہی۔ اس پورے طویل عرصہ میں ان کو ہماری یعنی عرب کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی ایک مردک نعمان بن منذر کا نام لیا جاتا ہے جس سے ایرانی حکومت نے کام لیا تھا۔ اور پھر یہ قصہ بھی زیادہ دن تک جاری نہ رہ سکا اس غریب نعمان کو بھی آخر ایرانی قتل کر کے رہے اور ہمارا حال یہ

(بسلسلۂ صفحہ گذشتہ) مقدمہ میں، سیوطی نے تدریب میں، سخاوی نے فتح المغیث میں بھی اس قصہ کو دہرایا ہے محدثین کی کتابوں کے علاوہ فقہاء کے طبقات ومناقب میں بھی اس مکالمہ کا معمولی ردّ وبدل سے ذکر ملتا ہے۔ بعض روایتوں میں بجائے عبدالملک کے دوسرے اموی خلفاء کی طرف اس مکالمہ کو منسوب کیا گیا ہے نیز بعض کتابوں میں بجائے ابراہیم کے نخعی الشمس عالم سعید بن المسیب عالم مدینہ کو قرار دیا گیا ہے!!

ہے کہ کتنے دن ہوئے ہمارے ہاتھ حکومت آئی ہے۔ لیکن غیر عربی اقوام سے مدد لینے پر اس مختصر مدت میں بھی ہم مجبور ہو گئے ہیں، حد یہ ہے کہ تعلیم تک میں ہم ان عجمیوں کے دست نگر ہو چکے ہیں اسی اسماعیل بن عبید کو دیکھو! امیر المؤمنین (مسلمانوں کے بادشاہ) کے بچوں کو پڑھاتا ہے اور کیا پڑھاتا ہے۔ عربیت سکھاتا ہے ص۲۷ ج ۲ ابن عساکر

عبد الملک کے سامنے یہی نکتہ تو اوجھل تھا کہ اسلام صرف عرب کے لئے یا ان کو ساری دنیا کا فاتح بنانے اور دنیا کو ان کا مفتوح بنانے کے لئے نہیں آیا تھا، ایرانی ایران کے لئے اٹھے تھے۔ اس لئے ایران کے سوا جو بھی ان کے دائرہ حکومت میں تھے، کسی کو ابھرنے کا موقع نہ دیتے تھے، اور نہ دے سکتے تھے، لیکن اسلام تو عام انسانیت اور سارے بنی آدم کی زندگی کا پیغام تھا۔ بے چارہ عبد الملک اسلام کو عربیت کا مرادف قرار دینا چاہتا تھا۔ لیکن یہ اس کے بس کی بات نہ تھی اسلام لانے کی وجہ سے ان غیر عربی موالی کی نظر میں اتنی بلندی پیدا ہو جاتی تھی کہ حکومت کے ہتھکنڈوں کے شکار بھی وہ نہیں ہو سکتے تھے۔ ان ہی اسماعیل بن عبید کے حال میں لکھا ہے کہ عبد الملک نے بلا کر جب فرمائش کی کہ میرے بچوں کو پڑھاؤ تمہیں کافی معاوضہ دیا جائے گا۔ روئے زمین کا اس وقت جو سب سے بڑا طاقتور بادشاہ تھا، یہ اس کا فرمان ہے لیکن اسماعیل نے انتہائی سادگی کے ساتھ جواب دیا کہ

امیر المومنین! میں معاوضہ کیسے لے سکتا ہوں مجھ کو ام الدرداء نے ابو درداء صحابی کے حوالہ سے یہ روایت سنائی ہے کہ رسول اللہ فرماتے تھے کہ قرآن کی تعلیم پر جو اجرت لے گا قیامت کے دن اس کے گلے میں آگ کی کمان چڑھائی جائے گی۔

استغنا اور بے نیازی کے اس جواب کو سن کر عبد الملک اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکا کہ

"قرآن کی تعلیم کا معاوضہ میں نہیں دوں گا، نحو وغیرہ سکھاؤگے اس کا معاوضہ پیش کروں گا۔"[1]

سخاوی نے فتح المغیث میں ایک بدوی کا لطیفہ نقل کیا ہے جو بصرہ آیا تھا لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کا سب سے بڑا آدمی مسلمانوں کا پیشوا آج کل کون ہے۔ لوگوں نے خواجہ حسن بصری کا نام لیا۔ بولا کہ عرب ہیں یا موالی سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہا گیا کہ موالی میں ہیں گھبرا کر بدوی نے کہا کہ پھر اتنا بلند ہونے کا موقعہ اس کو کیسے مل گیا۔ واللہ اعلم یہ جواب کس نے دیا، لیکن حکیمانہ فقرہ تھا، بدوی سے کہا گیا۔

سادھم بحاجتھم الی علمہ وعدم احتیاجہ الی دنیاھم ص۴۹۹ فتح المغیث	عربوں کو حسن بصری کے علم کی ضرورت تھی اور اس کو عربوں کی (مفتوحہ دنیا) کی حاجت نہ تھی اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ باوجود عربی نہ ہونے کے) ان کا سردار بن گیا

کہتے ہیں کہ یہ سن کر بدو ہنسا اور بولا

ھٰذا لعمرک ھو السودد	تمہاری زندگی کی قسم یہ ہے سرداری۔

خواجہ حسن بصری نے اپنے علم اور معلومات کا مسلمانوں کو کس حد تک محتاج بنا دیا تھا۔ اس کا اندازہ اسی سے کیجئے کہ علی بن زید جو مکہ کے مشہور رئیس عبداللہ بن جدعان کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اسی لئے لوگ ان کو علی بن زید ابن جدعان کہا کرتے تھے، انھوں نے

---

[1] اسماعیل بن عبید کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنے عہد خلافت میں افریقہ کا گورنر مقرر کیا تھا، ابن عساکر کا بیان ہے کہ افریقہ کے عام باشندے جو بربر کہلاتے تھے ان ہی اسماعیل بن عبید کی کوشش سے مسلمان ہوئے ص۲۷ ج ۳ تاریخ دمشق

صحابہ کو دیکھا تھا، ۱۱۰ھ میں ان کی وفات ہوتی ہے۔ آخر زمانہ میں بصرہ کو وطن بنا لیا تھا بہرحال ان ہی علی بن زید کی رائے ابن سعد نے خواجہ حسن بصری کے متعلق یہ نقل کی ہے کہتے تھے کہ

لو ان الحسن ادرك اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاحتاجوا الی رائہ۔ صفحہ ابن سعد ج ۷	اگر حسن بصری رسول اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کا زمانہ پا لیتے (یعنی عالم ہونے کے بعد صحابہ کا زمانہ پاتے) تو قطعاً صحابہ بھی ان سے رائے لینے (اور فتوی پوچھنے میں) محتاج ہو جاتے،

کسی غیر صحابی مسلمان اور وہ بھی جو موالی سے تعلق رکھتا ہو اس کی یہ انتہائی منقبت اور تعریف ہو سکتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ حسن بصری کے متعلق متعدد طرق سے لوگوں نے اس قصہ کو جب نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص انس بن مالک سے ان کے آخر عمر میں کوئی مسئلہ پوچھنے جاتا تو بجائے جواب دینے کے فرماتے۔

سلوا مولنا الحسن	ہمارے مولیٰ حسن سے پوچھو

لوگ عرض کرتے کہ حضرت ہم تو آپ سے دریافت کرتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے مولیٰ حسن سے پوچھو۔

جواب میں حضرت انس فرماتے

انا سمعنا وسمع فحفظ ونسینا ابن سعد ص ۱۲۸ ج ۷، قسم اول	ہم نے بھی سُنا اور اس نے بھی مگر ہم بھول گئے اور اس نے یاد رکھا۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا حضرت انس کے اس قول کو جو حسن بصری کے حق میں ایک

بہترین سند کی حیثیت رکھتا ہے مختلف لوگوں نے نقل کیا ہے لیکن حضرت انسؓ کا حسنؒ کی طرف لوگوں کو واپس کرتے ہوئے ان کے نام کے ساتھ "مولیٰ" کا اضافہ اور آخر میں اسی "مولیٰ" کے متعلق یہ اعتراف کہ ہم نے بھی سنا اس نے بھی سنا پر ہم بھول گئے اور اس نے یاد رکھا کچھ تعجب نہیں کہ فاتح عرب اور مفتوح غیر عرب میں جو فرق پیدا ہو گیا تھا اس کی طرف بھی اس اعتراف میں کچھ اشارہ ہو۔

بہرحال میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ جس علم کا حال اس زمانہ میں یہ تھا خود سوچنا چاہئے کہ اسی علم کے حصول میں کس میرسوں کا یہ طبقہ جسے حکومت گرانا چاہتی تھی کیا کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا رکھ سکتا تھا، اس طریقہ سے مسلمانوں کو اپنا محتاج اس طبقہ نے بنالیا، اور مسلمانوں خصوصاً عرب کے پاس جو دنیا تھی اس کے ساتھ پیغمبر کی حدیث کے ان خدام کا جو حال تھا اس کی عام مثالیں پہلے گذر چکی ہیں۔ کہ کس طرح دولت مندوں کی دولت کو استغنا اور بے نیازی کی ٹھوکروں سے وہ ٹھکراتے ہوتے یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ تم ہمارے محتاج ہو لیکن ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ بے نیازیوں کے ان مظاہرات میں علمآء موالی کا جو حصہ تھا، رجال کی کتابوں میں آپ کو اس کی پوری تفصیل مل سکتی ہے وہی یزیدؒ بن حبیب مصری جن کے متعلق گذر چکا کہ ایک حبشی غلام تھے ذہبیؒ نے ان ہی کا ایک لطیفہ نقل کیا ہے کہ یزیدؒ ایک دفعہ بیمار ہوئے عوام کے قلوب میں ان کا جو ایک مقام تھا، اس کو دیکھتے ہوئے اُس زمانہ میں بنی اُمیہ کی حکومت کی طرف سے مصر کا جو عرب گورنر تھا، نام جس کا حوثرہؒ بن سہیل تھا۔ اس نے ضروری خیال کیا کہ ان کے گھر عیادت کے لئے خود جائے۔ آیا یزید بیٹھے ہوتے تھے۔ گورنر نے مزاج پرسی کے بعد یزید سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ کھٹمل کا خون کپڑے میں اگر لگا ہو، تو اس کپڑے میں نماز جائز ہوگی یا نہیں۔ یزیدؒ نے حوثرہ کے اس سوال کو سُن کر لکھا ہے کہ منہ پھیرلیا،

اور کچھ جواب نہ دیا۔ حوزہ جواب کا انتظار کر کے جانے کے لئے جب کھڑا ہوا۔ تب یزید نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا۔

تقتل کل یوم خلقا و تسالنی عن دم — روزانہ خدا کی مخلوق کو تو قتل کیا کرتا ہے

البراغیث ص ۱۲ تذکرہ — اور مجھ سے آج کھٹمل کے خون کے متعلق مسئلہ پوچھتا ہے۔

بجز اس کے کہ خاموشی کے ساتھ ان کی تملاد ینے والی اس تعریض کو حوزہ نے سن لیا کچھ نہ بولا اور جب جواب اٹھ کر چلا آیا اس سے بھی زیادہ دلچسپ لطیفہ طاؤس بن کیسان کا ہے ان کا مستقر جیسا کہ معلوم ہے یمن تھا، بنی امیہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ اور وہ بھی ان کا جبروتی عہد جب ان کی دولت کا طاغیہ حجاج مسلمانوں پر مسلط تھا، یمن کا گورنر اس زمانہ میں اسی حجاج کا بھائی محمد بن یوسف تھا۔ قصہ پیش آیا کہ کسی وجہ سے طاؤس بن کیسان، اور ان کے ساتھ یمن کے دوسرے عالم وہب بن منبہ محمد بن یوسف کے دربار میں پہنچے موسم سردیوں کا تھا خصوصاً اس دن بڑے کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی محمد بن یوسف نے کرسی منگوائی طاؤس کرسی پر بیٹھے سردی کا خیال کر کے محمد بن یوسف نے غلام کو آواز دی کہ فلاں دوشالہ لاؤ، لایا گیا۔ محمد نے حکم دیا کہ طاؤس کے اوپر اس کو ڈال دیا جائے۔ غلام نے یہی کیا تماشہ یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ طاؤس منہ سے تو کچھ نہ بولے لیکن

لم یزل یحرک کتفیہ حتی القی عنہ — دونوں مونڈھوں کو مسلسل طاؤس نے ہلانا شروع کیا تا اینکہ دوشالہ بالآخر ان کے کندھوں سے گر پڑا۔

لکھا ہے کہ محمد بن یوسف ان کی اس حرکت کو دیکھ رہا تھا، اور دل ہی میں آگ ہو رہا تھا لیکن

طاؤس کا جو اثر رائے عامہ پر تھا، اس نے اس کی بھی اجازت نہ دی کہ کچھ بولتا۔ صرف ٹیڑھی ترچھی نگاہوں سے دونوں کو دیکھتا رہا۔ جب وہب اور طاؤس باہر نکلے تو وہب نے کہا کہ بھائی! تم نے تو آج غضب ہی کر دیا۔ آخر اس میں کیا بگڑتا تھا کہ اس دوشالے کو آپ لے لیتے خواہ مخواہ اس شخص کے غصہ کی آگ میں آپ نے اشتعال دیا۔ آپ کو اس دوشالے کی ضرورت نہ بھی تو باہر نکل کر فروخت کر دیتے۔ اور دام غرباء و مساکین میں تقسیم فرما دیتے۔ طاؤس نے کہا کہ اس کا خطرہ اگر نہ ہوتا کہ لینے کی حد تک تو طاؤس کے فعل کو لوگ دلیل بنا لیں گے، لیکن جو طریقۂ عمل اس دوشالے کے ساتھ میں اختیار کرتا اُسے ترک کر دیں گے تو شاید میں یہی کرتا، (ص ۳۹۵) ابن سعد ج ۵

استغنا و بے نیازی کے یہ واقعات کچھ ان ہی چند موالی کے ساتھ مختص نہیں ہیں بلکہ ان کے تمام سربرآوردہ بزرگوں میں آپ اسی شان کو پائیں گے۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ لوگ موالی اور حکومت یا حکومت کے امراء اور عہدہ داروں کے ساتھ ان کے تعلقات کی اس نوعیت کو سامنے رکھ کر اگر سوچیں گے تو سمجھ سکتے ہیں کہ جس علم کی بدولت عامۂ مسلمین میں عظمت و جلال کے ان مقامات کو موالی کا یہ طبقہ حاصل کر رہا تھا اگر اس راہ میں معمولی بے احتیاطیاں بھی ان سے سرزد ہوتیں تو سربھروں کے اس گروہ کے سرپر حکومت اور حکومت والے کیا ایک بال بھی باقی رکھ سکتے تھے؟ واقعہ یہ ہے کہ ملوک بنی امیہ اپنے طریقۂ حکومت کے لحاظ سے جس حد تک قابل ملامت و الزام ہوں، لیکن پھر بھی اس دعویٰ سے دست بردار ہونا نہیں چاہتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے بادشاہ اور ان کے دینی و دنیوی حقوق کے محافظ ہیں۔ واقع میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں لیکن کہتے یہی تھے بلکہ بدگمانی میں زیادہ اغراق سے اگر کام نہ لیا جائے تو ان کے سیاسی اغراض پر جن

امور سے زد نہیں پڑتی تھی ان میں جہاں تک میرا خیال ہے کہنے کے ساتھ کرنے میں بھی وہ پیچھے نظر نہیں آتے۔ یہی عبد الملک ابن مروان ہے اور اس کی حکومت کا عہد ہے جس میں مسلمانوں میں ان لوگوں کی طرف سے جو اسلامی نام رکھ کر مختلف قسم کی اندرونی دسیسہ کاریوں میں مشغول تھے ایک ترکیب وضع حدیث کی بھی جاری ہوئی، یعنی مسلمانوں کے دین کو بگاڑنے کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جعلی روایتیں اور جھوٹی باتیں منسوب کر کر کے پھیلانے والوں نے پھیلانا شروع کیا جس کا تفصیلی قصہ تو آگے آرہا ہے۔ یہاں میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس فتنہ کے مقابلہ میں جہاں ابن مبارک کے الفاظ میں "جہابذۃ الحدیث" آستین چڑھا کر کھڑے ہو گئے وہیں ہم دیکھتے ہیں کہ وضع احادیث کے مراکز جو عموماً بصرہ و کوفہ وغیرہ میں تھے ان ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عبد الملک اپنے منبر سے اعلان کر رہا ہے کہ

قد سالت علینا احادیث من قبل	اس مشرق کی طرف سے ایسی حدیثیں بہ بہ
ھذا المشرق لا نعرفھا ابن سعد ج ۵	کر ہماری طرف آرہی ہیں جنھیں ہم نہیں
ص ۱۶۳	پہچانتے۔

یا اسی عبد الملک نے خالص سیاسی اغراض کے تحت جہاں لوگوں کو قتل کیا تھا وہیں حارث بن سعید الکذاب جیسا کہ ارباب علم سے مخفی نہیں ہے اسی لئے اس کو دار پر کھینچا کہ عبد الملک اپنے آپ کو مسلمانوں کے دین کا بھی محافظ سمجھتا تھا یا غیلان دمشقی کو عبد الملک کے بیٹے ہشام نے جو قتل کیا تو بجز اس جرم کے کہ پیغمبر کے دین میں غیلان رخنہ اندازیاں کیا کرتا تھا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کر کر کے حدیثیں عوام میں پھیلاتا تھا میں تو نہیں جانتا کہ اس کا کوئی اور جرم تھا[1]۔ بنی امیہ کے بعد عباسی خلفاء کے عہد میں بھی ہم اس باب میں اسلامی

[1] رجال کی عام کتابوں میں ان لوگوں کے حالات پڑھئے۔ ۱۲

حکمرانوں کی ذمہ داریوں کو زندہ پاتے ہیں ابو جعفر منصور نے اسی وضع حدیث کے جرم میں محمد بن سعید مصلوب کو سولی دی۔ مہدی۔ رشید۔ مامون وغیرہ خلفاء عباسی کے عہد میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس باب میں سب کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں پیغمبر کی طرف کوئی غلط بات منسوب ہو کر پھیل نہ جائے اس کی کڑی نگرانی حکومت ہمیشہ کرتی رہی، نہ صرف سلاطین وملوک بلکہ ہر صوبہ کے ولاۃ اور حکام بھی اس مسئلہ میں کسی رورعایت کو جہاں تک تاریخ کی شہادت ہے روا نہیں رکھتے تھے۔ بیان بن زریق کو بنی امیہ کے مشہور گورنر خالد بن عبداللہ القسری نے جو قتل کیا تھا، اسی طرح عباسیوں کی طرف سے بصرہ میں محمد بن سلیمان جب حاکم تھا تو مشہور حدیث ساز (یعنی وضاع) عبدالکریم بن ابی العوجار کو اسی نے وضع حدیث کے جرم میں قتل کرایا تھا اور سلاطین یا صوبے کے ولاۃ ہی نہیں بلکہ اس قسم کی روایتوں سے مثلاً خطیب نے تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے کہ

اسماعیل بن اسحاق القاضی ضرب الھیثم بن سھل علی تحدیثہ عن حماد بن زید وانکر علیہ ذالک ص۱۶ ج۱۴	قاضی اسماعیل بن اسحاق نے ہثیم بن سہل کو اس وجہ سے پٹوایا کہ حماد بن زید کے حوالہ سے وہ حدیث روایت کرنے لگا تھا قاضی اسماعیل اس کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حدیثوں کی روایت کرنے والوں کی نگرانی کا فرض قاضیوں کے بھی سپرد تھا۔

بہرحال کچھ بھی ہو میرے نزدیک تو بجائے خود یہی ایک صورتِ حال ایسی ہے، جو ان روایات اور حدیثوں کے اعتماد کی کافی ضمانت بن سکتی ہے، جن کا ایک بڑا حصہ ان

ہی موالی محدثین کے ذریعہ مسلمانوں میں منتقل ہوا ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ معمولی بے احتیاطی ہم اس راہ میں کم ازکم ملوک بنی امیہ کے لئے بے چارے موالی کی دار و گیر کے لئے ایک دستاویز بن جاتی، ظاہر ہے کہ اس وقت عامۂ مسلمین کی مزاحمت بھی ان کی راہ میں حائل نہ ہوتی لیکن علم و فضل کے ساتھ ان کی سیر چشمیاں، حکومت کے ہاتھ میں جو کچھ تھا اس سے ان زرگوں کی بے نیازیاں، اسی کے ساتھ خالص اسلامی زندگی کے جو نمونے اس طبقے کی طرف سے مسلسل پیش ہو رہے تھے ان ساری باتوں کا نتیجہ یہ تھا کہ حکومت کو بھی ان کے سامنے جھکنا پڑا ابن عساکر کی روایت ہے کہ ہارون الرشید کے پاس جعلی حدیثوں کے بنانے کا ایک زندیق پیش ہوا۔ مجرم نے کہا کہ امیرالمومنین میرے قتل کا حکم آپ کس وجہ سے دے رہے ہیں۔ ہارون رشید نے کہا کہ خدا کے بندوں کو تیرے فتنوں سے محفوظ کرنے کے لئے میں نے یہ حکم دیا ہے، اس پر زندیق نے کہا کہ میرے قتل کرنے سے کیا ہوگا، کیونکہ

این انت من الف حدیث وضعتها	ایک ہزار جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر رسول اللہ
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف میں منسوب
کلها ما فیها حرف نطق بہ	کر چکا ہوں ان حدیثوں کا کیا کیجئے گا جن
(تاریخ دمشق ص۲۵۲ ج ۲)	میں پیغمبر کا ایک لفظ بھی تو نہیں ہے۔

لہ ان پاجیوں کو جب حکومت گرفتار کرتی اور زندگی سے مایوس ہو جاتے تو اس قسم کے شوشے بھی چھوڑ دیتے کہ میں اتنی جھوٹی حدیثیں پھیلا چکا ہوں۔ مقصود اس سے ان کا یہ ہوتا تھا کہ چلتے چلاتے ایک ایسا فقرہ کہہ دو جس سے مسلمانوں میں صحیح حدیثوں کے متعلق بھی بدگمانی پیدا ہو جائے میرا خیال ہے کہ زیادہ تر اس میں بھی یہ کذب بیانی ہی سے کام لیتے تھے واقعہ یہ ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر یعنی موضوع حدیثوں کے باب میں آئندہ تفصیل سے بیان کیا جائے گا کہ سند کا تعلق حدیثوں کے ساتھ کچھ ایسا لگا ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ بات کو منسوب کر کے یہ خیال کرنا کہ ان کی گھڑی ہوئی حدیثیں مسلمانوں میں مر

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳۵ پر)

مطلب اس کا یہ تھا کہ ان جھوٹی اور جعلی حدیثوں کو مسلمانوں میں چلتا کر چکا ہوں، مجھے قتل بھی
کردیئے تو کیا ہوگا حدیثیں تو مسلمانوں میں پھیل چکی ہیں لکھا ہے کہ اس وقت بے ساختہ ہارون
کے دل نے اس فتنہ سے جن دو بزرگوں کے سایہ کے نیچے پناہ ڈھونڈھی، انہیں ایک نام
عبداللہ بن المبارک اسی عالم کا تھا جو طبقہ موالی سے تعلق رکھتے تھے بہرحال ہارون نے بھی
سی لب ولہجہ میں کہا کہ

این انت یا عدو الله من ابی اسحاق	ارے خدا کے دشمن تو ہے کس خیال
الفزاری وعبد الله بن المبارك	میں ابواسحٰق فزاری اور عبداللہ بن المبارک
ینخلانها فیخرجانها حرفاً حرفاً	ان تمام حدیثوں کو چھلنی میں چھانیں گے
۱۵۵ ج ۲ ابن عساکر	اور ایک ایک حرف (تیری جعلی حدیثوں
	کا) چھوڑ چھوڑ کر نکال پھینکیں گے۔

اور یہ تھا الموالی کے خدمات کا وہ غیر معمولی وزن کہ عباسی فرماں روا، وہ بھی ہارون الرشید
مرد کے ایک عجمی غلام مبارک کے لڑکے کے وجود پر فخر کر رہا ہے، یہ عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ
بقول عباس بن مصعب جیسا کہ الحاکم نے معرفۃ علوم الحدیث میں نقل کیا ہے۔

خرج من مرو اربعة من اولاد العبید	مرو کے شہر سے چار آدمی غلاموں کی اولاد
ما منهم احد الا هو امام عصره عبد الله	میں ایسے نکلے کہ ان میں ہر ایک اپنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہو جائیں گی آسان نہ تھا، ایسے مقررہ اصول محدثین کے تھے کہ ان کے معیار
پر جانچنے کے ساتھ ہی سچ جھوٹ سے الگ ہو جاتا تھا۔ اس کو جعل سازوں کا یہ گروہ بھی جانتا تھا لیکن
اس کا مقصود تو صرف مسلمانوں کو دہشت اور بدگمانی کے فتنے میں مبتلا کرنا ہوتا تھا۔ تفتیش ان مسائل
کی آگے آرہی ہے یہاں اجمالاً اس لئے اشارہ کر دیا گیا کہ بعض وسواسی دماغوں کے لئے اتنی سی بات
بھی بدگمان بن جانے کے لئے کبھی کافی ہو جاتی ہے۔ ۱۲

بن المبارك ومبارك عبد وابراهيم
بن ميمون الصائغ وميمون عبد والحسين
بن واقد وواقد عبد، وابوحمزة محمد
بن ميمون العسكري وميمون عبد
ص۱۹۹ معرفة علوم الحديث للحاكم

وقت کا امام تھا، یعنی عبداللہ بن المبارک
اور مبارک غلام تھے ابراہیم بن میمون
الصائغ اور میمون غلام تھے، حسین بن
واقد اور واقد غلام تھے، ابوحمزہ محمد بن
میمون العسکری، اور میمون غلام تھے

گویا یوں سمجھنا چاہیئے کہ اپنے آخری دین کی حفاظت کے لئے "موالی" کی شکل میں قدرت نے ان راست باز مخلص رضا کاروں کے ایک گروہ ہی کو پیدا کر دیا تھا جس نے ہر چیز سے الگ ہو کر اپنی ساری توانائیوں کو دین کی خدمت پر مرتکز کر دیا تھا، تقریباً مسلمانوں کے اکثر شہروں اور آبادیوں کا یہی حال تھا، زہری اور عبدالملک کے اس تاریخی مکالمے کے سوا جس کا ابھی ذکر گذرا، ابن صلاح نے زید بن اسلم کے صاحبزادے عبدالرحمٰن کے حوالہ سے تو یکلی دعویٰ نقل کیا ہے کہ

لما مات العبادلة صار الفقه في
جميع البلدان الى جميع الموالي الا
المدينة فان الله خصها بقرشي
فكان فقيه اهل المدينة سعيد
بن المسيب غير مدافع ص۱۶۲
مقدمہ ابن صلاح

جب عبادلہ کا انتقال ہو گیا تو سارے
اسلامی علاقوں میں علم فقہ کے مرجع و مرکز
موالی ہی بن گئے بجز مدینہ منورہ کے، مدینہ
منورہ کو اللہ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی
کہ اس شہر کا فقیہ ایک قریشی نژاد عبادلہ کے
بعد ہوا یعنی سعید بن المسیب جن کو بالاتفاق
لوگوں نے مدینہ کا فقیہ تسلیم کیا ہے۔

ؒ عبادلہ ایک اصطلاحی لفظ ہے چار صحابی جو علم قرآن و حدیث و فقہ وغیرہ میں ممتاز تھے اور ان میں ہر ایک کا نام عبداللہ تھا ان ہی کی جمع عبادلہ بنالی گئی تھی یہ عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرو عاصؓ تھے۔ ۱۲

(باقی آئندہ)